International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS)
ISSN 2664-4959 (Print), ISSN 2710-3749 (Online)
Journal Home Page: https://www.islamicjournals.com
E-Mail: tirjis@gmail.com / info@islamicjournals.com
Published by: "Al-Riaz Quranic Research Centre" Bahawalpur

اسلام کا فوجداری قانون اور اس کے مقاصد: ایک تحقیقی مطالعہ

Criminal Law of Islam and its Objectives: An analytical Study

1. Dr. Jawad Mahmood Khakwani,
Assistant Professor,
Govt. Graduate College Bahawalnagar, Punjab, Pakistan
Email: jawadgc14@gmail.com
ORCID ID: https://orcid.org/0000-0001-5424-5896
2. Dr. Muhammad Yaseen, **(Corresponding Author)**
Assistant Professor of Islamic Studies,
National Textile University Faisalabad, Punjab, Pakistan
Email: yaseen@ntu.edu.pk
ORCID ID: https://orcid.org/0000-0002-8909-4079
To cite this article: Dr. Jawad Mahmood Khakwani and Dr. Muhammad Yaseen. 2021. "Criminal Law of Islam and its Objectives: An analytical Study". International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS) 3 (Issue 2), 51-64.

Journal	International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 3 || July - December 2021 || P. 51-64
Publisher	Al-Riaz Quranic Research Centre, Bahawalpur
URL:	https://www.islamicjournals.com/urdu-3-2-4/
DOI:	https://doi.org/10.54262/irjis.03.02.u04
Journal Homepage	www.islamicjournals.com
Published Online:	July 2021

Abstract:

Crimes according to their punishments as envisaged by Islamic law consist of three groups. Those are Ḥadd, Qiṣāṣ, Diyat and Taʿzīr. The Ḥadd, in principle being a right of ALLĀH, no compromise, settlement, forgive or waiver is possible. The homicide with deliberate intent entails Qiṣāṣ, but the heirs of the deceased who have a right to demand Qiṣāṣ may waive it. Punishments for crimes other than dealt with as Ḥadūd or Qiṣāṣ are included in Taʿzīr. One or more punishments are awarded as deemed proper and necessary by Qāḍī, looking to the nature of the crime and its circumstance. Islamic punishment, in its nature, is a deterrent as well as a formative. In this research paper, the criminal law of Islam and its objectives are brought under discussion. Furthermore, the supremacy of Islamic laws over western laws has also been discussed.

Keywords: Ḥadd, Qiṣāṣ, Diyat, Taʿzīr, Qāḍī and Islamic Law

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجموعہ اضداد بنایا ہے۔ اس میں ملکیت بھی ہے جو لطیف اور پاکیزہ خیالات پیدا کرتی اور انسان کو اعمالِ خیر کی طرف مائل کرتی ہے اور بہیمیت بھی جو اس میں سفلی جذبات، فسق و فجور کے ارادے پیدا کرتی اور برائیوں کی طرف مائل کرتی ہے۔ خیر و شر اور نیکی و بدی کی دو باہم مخالف قوتوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے باطن میں ودیعت فرمادیا۔ "فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا"[1] کے الفاظ اس پر دلیل ہیں۔ تاکہ انسان نیکی کی قوتوں کی مدد سے بہیمی اور حیوانی قوتوں کو شکست دے کر خود کو خلافتِ الٰہی کا اہل ثابت کرے۔

رب العالمین نے انسان کی ہدایت کے لیے انبیاو مرسلین بھیجے، صحف و کتب نازل فرمائیں تاکہ انسان صحیح راستے کے تعین میں دشواری محسوس نہ کرے اس کے باوجود بعض اوقات انسان نفس و شیطان کے دھوکے میں مبتلا ہو کر ان حدود کو توڑ ڈالتا ہے جن سے آگے بڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ تو ضروری ہوا کہ انسان کو صحیح راستے پر لگانے کے لیے سزائیں مقرر کی جائیں تاکہ آئندہ وہ غیر اخلاقی حرکات سے بچ سکے۔ نیز اس کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی عبرت حاصل کریں اور ان گناہوں کے قریب نہ جائیں۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان کو جو سزائیں دی جاتی ہیں ان کی بنیاد عداوت اور نفرت پر ہے جیسا کہ رومن ایمپائر میں تھا کہ وہاں مقصود جرم کی اصلاح یا معاشرے کی فلاح نہیں ہوتا تھا بلکہ حکام کے جذبہ انتقام کو تسکین پہنچانے کے لیے سزائیں دی جاتی تھیں۔ جبکہ اسلام میں سزاؤں کی بنیاد شفقت پر ہے ان کے ذریعہ انسان کی اصلاح مقصود ہے۔ گزشتہ ادوار کی طرح دور حاضر میں بھی اسلام کا تصور جرم و سزا انسان کی روحانی پاکیزگی اور اخروی زندگی کے لیے زادِ راہ فراہم کرتا ہے۔ یہ خصوصیت مغرب کے فوجداری قانون میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔ اسلامی فوجداری قوانین کے نفاذ کا یہ ایسا فائدہ ہے جس سے انسانیت کو اس دنیا میں حصولِ خیر کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ التشریع الجنائی الاسلامی یعنی اسلام کا فوجداری قانون جرم و سزا کے متعلق بحث کرتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کے فوجداری قانون کے تین عنوانات ہیں۔

أ. حدود

ب. قصاص و دِیت

ج. تعزیر

ذیل میں انہیں عنوانات کو ہی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ عصرِ حاضر میں بھی ان کی اہمیت مسلّم ہے۔ اس مقالے کی تحریر کی وجہ تحریک بھی یہی عنوانات ہیں۔ تاکہ اسلام کے فوجداری قوانین کا مختصر تعارف کرایا جاسکے، یوں اس کے مقاصد پر بھی روشنی ڈالی جاسکے گی۔ اس تحریر کا اسلوب تحقیقی ہے۔ مصادرِ قانونِ اسلامی کی روشنی میں زیرِ بحث مسئلہ کو واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

التشریع الجنائی الاسلامی میں جرم، جریمہ اور جنایت سے مراد ہر اس حرام فعل کو سرانجام دینا ہے جس کے کرنے پر سزا واجب ہوتی ہے یا کسی ایسے کام کو چھوڑ دینا جس کے چھوڑنے پر سزا دی جاتی ہے۔ بعض فقہا کے نزدیک جریمہ اور جنایت کے ایک ہی معنیٰ ہیں۔ ان کے مفہوم اور مدلول میں کوئی فرق نہیں جبکہ جمہور کے نزدیک جریمہ اور جنایت کے معنیٰ و مفہوم میں فرق ہے۔ بہر حال جرم، جریمہ اور جنایت اپنے معنیٰ و مفہوم کے اعتبار سے "اثم" (گناہ) کے مترادف ہیں۔ شرعاً جن جرائم کی سزائیں مقرر ہیں وہ تین قسم کی ہیں۔ حدود، قصاص و دِیت اور تعزیر۔

---

[1] Al-*Qur'ān* 91:8

1. حدود:

"الحدفی اللغۃھوالمنع ومنہسمی البواب حدادا سمنعہ الناس"[2]

یعنی حد کا لغوی معنٰی روکنا ہے اسی لیے دربان کو حداد کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں (اجنبیوں) کو گھر میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔

"الحدعقوبۃمقدرۃواجبۃحقاللہ تعالٰی عزشانہ"[3]

یعنی حد سے مراد مقرر شدہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے۔

لہٰذا شریعتِ مطہرہ میں حد اس مقررہ سزا کو کہتے ہیں جو اللہ کا حق ہے۔اس میں نہ تو تخفیف واضافہ ممکن ہے اور نہ یہ قابلِ معافی۔حد کی جمع حدود ہے۔[4]

قرآنِ حکیم میں "حد" بصورتِ جمع آیا ہے۔کسی ایک مقام پر بھی بصورت واحد نہیں آیا۔پانچ سورتوں میں سات مقامات پر کل چودہ مرتبہ لفظ "حدود" آیا ہے۔[5] اگرچہ حدود کی تعداد کے بارے میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے۔تاہم ہمارے نزدیک فقہ حنفی کی بیان کردہ تعداد اقرب الی الصواب ہے جو کہ تمام فقہا کے درمیان متفق علیہ ہیں۔اس لیے صرف ان کو ذیل میں درج کیا ہے۔

۱۔حدالزنا ۲۔حدالقذف ۳۔حدالشرب ۴۔حدالسرقہ ۵۔حدالحرابہ۔[6]

یہاں ان تمام حدود پر تفصیلی بحث تو مقصود نہیں، صرف قرآن وسنت کی روشنی میں ان سب کا مختصر خاکہ پیش کرنا ہے۔سب سے پہلے "حدود" کی کچھ وضاحت کرتے ہیں۔

1.1 حدالزنا:

"اماالزنا فھواسم للوطء الحرام فی قبل المر اۃ الحسیۃفی حالۃالاختیارفی دارالعدل فمن التزم احکام الاسلام العاری عن حقیقۃ النکاح و شبہتہو عن شبہۃ الاشتباہ فی الملك و النکاح جمیعا والاصل فی اعتبار شبہۃ"[7]

یعنی زنا سے مراد ہے کسی زندہ عورت کے ساتھ اس کی اندام نہانی کی راہ مباشرت بہ رضاوارادہ، اسلامی مملکت کے اندر، مرتکب اسلامی احکام کا پابند ہو، اس عورت پر نہ تو اس کا مالکانہ حق ہو اور نہ اس کی منکوحہ ہو اور نہ ہی اس کے منکوحہ ہونے کا شبہ ہو، ملکیت ا ور نکاح کے ضمن میں شائبہ تک کے مواقع میں سے کوئی موقع بھی نہ ہو۔

---

[2] Al-Sarkhasī, Abu Bakr Muhammad ibn Aḥmad, al-Mabsūṭ , Kitāb al-Ḥadūd,(Beirut, Dār al-Ma'arifa,1398 AD) p:3

[3] al-Kāsānī, ʿAbu baker b. Masud, Badā'iʿ al-Ṣanā'iʿ,(Karāchī, HM Saʿīed Company) p:33

[4] al-Sagharjī, Asʿad Muḥammad Saʿīd, Al-Ḥanafī Fiqh Wa Adiltha, Kitab al-Ḥadūd, (Karāchī, Idarat al-*Qur'ān* Wa ʿUlūm al-Islāmiyyah, 1421 AD), P: 287

[5] al-*Qur'ān* 2:187,229,230, 4:13, 9:98, 58:4, 65:12

[6] al-Sagharjī, Asʿad Muḥammad Saʿīd, Al-Ḥanafī Fiqh Wa Adiltha, Kitab al-Ḥadūd , P:287

[7] Ibid, P:288

جو شخص اس تعریف پر پورا اترے گا وہ شرعی سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔ معاصی میں صرف عذابِ آخرت کا خوف دلانا اور نصیحت کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ ضروری ہے ایسی عبرت ناک سزا مقرر کی جائے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا ساری زندگی معاشرے میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔یہی نکتہ زنا کی سزامیں بھی نظر آتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے

"الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۔ الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ"[8]

"زانیہ عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کا حکم ماننے میں۔ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ان کی سزا کے وقت موجود ہو۔ زانی مرد نہیں نکاح کرتا مگر زانیہ یا مشرکہ عورت سے اور زانیہ عورت سے نہیں نکاح کرتا مگر زانی یا مشرک مرد"

مزید یہ کہ کیونکہ سنت شرعی قانون کا درجہ رکھتی ہے۔"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ "[9] کے الفاظ سنت کے حجت ہونے پر دلیل ہیں اور سنت سے رجم کی سزا ثابت ہے جو شادی شدہ شخص کو فعلِ زنا کے ارتکاب کی صورت میں دی جاتی ہے اس سلسلہ میں حضورِ اکرم ﷺ کے عہد میں مختلف واقعات ملتے ہیں۔ مثلاً

1۔ یہودی شادی شدہ جوڑے کو پکڑ کر حضورِ اکرم ﷺ کے پاس لے لایا گیا۔ آپ ﷺ کے حکم سے انہیں زنا کرنے کے سبب رجم کیا گیا[10]

2۔ ماعز بن مالک اسلمی کو رجم کیا گیا۔ انہوں نے خود اعترافِ جرم زنا کیا تھا۔[11]

3۔ حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں قبیلہ غامدیہ کی عورت حاضر ہوئی اور اعترافِ زنا کیا لیکن حاملہ ہونے کے سبب بعدِ حمل سنگسار کیا گیا۔[12]

4۔ عسیف یعنی ملازم نے اپنی مالکہ سے فعلِ زنا کیا تھا اس کی مالکہ کو شادی شدہ ہونے کے سبب رجم کیا گیا۔[13]

جرم زنا کی گواہی کا نصاب یہ ہے کہ چار عادل مسلمان مردوں کی گواہی قبول کی جاتی ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ قاضی کے نزدیک ان کی عدالت معتبر ہو۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک حدود کے گواہوں کا تزکیہ کرنا ضروری ہے۔ ظاہر یہ کے ہاں زنا میں ہر مرد کی جگہ اگر دو عورتیں بھی

---

[8] al-Qur'ān 24:2,3

[9] al-Qur'ān 4:59

[10] Bukhari, Muḥammad b. Ismāʿīl Abū ʿAbd Allāh , AL--*Jāmi Al-Ṣaḥīḥ* , Kitāb al-Ḥadūd, Bāb al-Rajam, (Riyāḍ , Dār al-Salām, 2000) H:6819

[11] Ibid, Kitāb al-Hādūd, Bab al-Iiʿtriāf bil Zana, H.6827,6828

[12] Muslim b. al-Ḥajj āj, AL--*Jāmi Al-Ṣaḥīḥ* , Kitāb al-Hadūd, Bāb al-Ḥad al-Zinā, (Riyāḍ, Dār al-Salām, 1999) H.6842

[13] Ibid, H.6843

گواہی دیں تو ان کی گواہی قبول کرلی جائے گی۔[14] یاد رہے کے رجم اس سزا کو کہتے ہیں جس میں شادی شدہ زانی یا زانیہ کو جرم کے ثبوت کے بعد کھلے میدان میں لے جاکر اس وقت تک پتھر مارے جاتے ہیں کہ ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس مذموم فعل کی یہی سزا ہمارے ملک میں رائج حدود آرڈیننس، ۱۹۷۹ء میں بھی بیان ہوئی ہے۔[15]

حدود کا نفاذ اور موجودہ ماحول:

حدِ زنا یا دیگر حدود کی شرعی سزاؤں میں تو کوئی اختلاف نہیں۔ مگر پاکستان کے موجودہ حالات کو جوں کا توں رکھ کر ان سزاؤں کو کیا نافذ جا سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں سید ابو الاعلی مودودی کی رائے ملاحظہ ہو۔

"جہاں عورتوں اور مردوں کی سوسائٹی مخلوط رکھی گئی ہو، جہاں مدرسوں میں، دفتروں میں، کلبوں اور تفریح گاہوں میں، خلوت اور جلوت میں ہر جگہ جوان مردوں اور بنی ٹھنی عورتوں کو آزادانہ ملنے جلنے اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملتا ہو، جہاں ہر طرف بے شمار صنفی محرکات پھیلے ہوئے ہوں اور ازدواجی رشتے کے بغیر خواہشات کی تسکین کے لیے ہر قسم کی سہولتیں بھی موجود ہوں، جہاں معیارِ اخلاق بھی اتنا پست ہو کہ ناجائز تعلقات کو کچھ بہت معیوب نہ سمجھا جاتا ہو، ایسی جگہ زنا اور قذف کی شرعی حد جاری کرنا ظلم ہو گا"[16]

مزید لکھتے ہیں کہ اسی پر حدِ سرقہ کو بھی قیاس کر لیں کہ وہ صرف اس سوسائٹی کے لیے مقرر کی گئی ہے جس میں اسلام کے معاشی تصورات اور اصول اور قوانین پوری طرح نافذ ہوں۔ قطعِ ید اور اسلامی نظامِ معیشت میں ایسا رابطہ ہے جس کو منقطع نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں یہ نظامِ معیشت قائم ہو وہاں قطع ید عین انصاف اور مقتضائے فطرت ہے اور جہاں یہ نظامِ معیشت نہ ہو وہاں چور کا ہاتھ کاٹنا دوہرا ظلم ہے۔ حقیقت میں ہاتھ کاٹنے کی سزا اس ظالم سوسائٹی کے لیے مقرر ہی نہیں کی گئی ہے۔ جس میں سود جائز ہو، زکوۃ متروک ہو، انصاف قیمتاً فروخت کیا جاتا ہو، ٹیکسوں کی بھرمار سے ضروریاتِ زندگی نہایت گراں ہو گئی ہوں اور تمام ٹیکس چند مخصوص طبقوں کے لیے سامانِ عیش فراہم کرنے پر صرف ہوتے ہوں۔ ایسی جگہ تو چوری کے لیے ہاتھ کاٹنا ہی نہیں بلکہ قید کی سزا بھی بعض حالات میں ظلم ہو گی۔[17]

یعنی شرعی حدیں صرف اسی جگہ نافذ کرنے کے لیے مقرر کی گئی ہیں جہاں ریاست کا نظم و نسق اسلامی اصولوں پر ہو اور تمدن و معاشرت کی ترتیب و تنظیم اس طرز پر کی گئی ہو جو اسلام نے تجویز کیا ہے۔

---

[14] Ibn Qudāma, ʻAbd Allāh b. Aḥmad, *al-Mughnī fī Fiqh al-Imām Aḥmad b. Ḥanbal al-Shaybānī*, (Beirūt ,Dār al-Fikr), P:147-157

[15] The Major Acts, Offence of Zina (Enforcement of Hudood) Ordinance,1979, u/s-5(2)(a)

[16] Abul A'la Maudūdī, Tafhīmāt, (Lahore ,Islamic Publications Limited), P:338

[17] Ibid, P:339

1.2 حد القذف:

قذف کے لغوی معنٰی کسی چیز کے پھینکنے کے ہیں۔[18] مگر شرعی اعتبار سے اس کے معنٰی پاک باز عورتوں اور مردوں پر زنا کی تہمت لگانا ہے۔

"القذف لغة:هوالرمی بالحجارۃ و نحوھا .... و اما فی الا صلاح الشرعی فھو نسبۃآدمی غیرہ لزنا. او قطع نسب مسلم"[19]

قذف کا لغوی معنٰی پتھر پھینکنا ہے، شرعی معنٰی کسی مسلم پر زنا کا الزام لگانا ہے یا اس کے نسب کی نفی کرنا۔

اسلام کے فوجداری قانون میں حدود کے تحت قذف کا بیان آتا ہے۔اس فعل کے مرتکب کی سزا قرآنِ حکیم نے یوں بیان کی ہے۔

"وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ"[20]

"اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں پاک دامن عورتوں پر پھر وہ نہ پیش کر سکیں چار گواہ تو لگاؤ ان (تہمت لگانے والوں) کو اسی درے اور نہ قبول کرنا ان کی گواہی ہمیشہ کے لیے اور وہی لوگ فاسق ہیں"

اس کے علاوہ حضورِ اکرم ﷺ کی حدیث میں بھی واضح دلیل موجود ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کہتی ہیں کہ جب میری برأت میں آیات نازل ہوئیں تو حضورِ اکرم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اس کا ذکر کیا اور قرآنِ حکیم کی تلاوت فرمائی پھر دو آدمیوں اور ایک عورت کو حد لگانے کا حکم دیا پس ان کو حد (اسی کوڑے) لگائی گئی۔[21]

شرعاً حدِ قذف اس وقت قائم ہو گی جب صریحاً لفظ "زنا" سے تہمت لگائی جائے مثلاً یوں کہا کہ تو زانی ہے یا زناکار ہے۔اور اگر صریح لفظ نہ کہا مثلاً یوں کہا کہ تو نے وطی حرام کی یا تو نے حرام طور پر جماع کیا تو حد نہیں اور قاذف (تہمت لگانے والا) کو سزا دینے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں دو اوصاف پائے جائیں۔ وہ بالغ ہو، عاقل ہو، مجنون نہ ہو۔مرد، عورت یا مسلم، غیر مسلم کی بھی کوئی قید نہیں۔اور مقذوف یعنی جس پر تہمت لگائی گئی ہے اس میں پانچ اوصاف ہونے چاہیں ورنہ اس پر حد نہیں لگے گی۔وہ بالغ ہو، آزاد ہو، غلام نہ ہو، پاک دامن ہو یعنی واقعی زانی نہ ہو، مسلمان ہو، اگر کافر پر الزام لگایا گیا تو قاذف پر حد جاری نہیں ہو گیا اور زنا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔[22]

حدِ قذف کے مصالح:

شریعتِ مطہرہ نے جس طرح کسی انسان کی جان اور اس کے مال کو قابلِ احترام قرار دیا ہے۔اسی طرح اس کی عزت بھی قابلِ احترام ہے۔لہذا جس طرح شریعت زنا کو گناہِ کبیرہ قرار دیتی ہے اسی طرح زنا کی تہمت لگانا بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ قاذف کے لیے ایک اور سزا بھی ہے وہ یہ

---

[18]Ibn Manẓūr, Muḥammad b.Mukarram, *Lisān al-ʿArab* (Vol. 2). (Beirūt: Dār Sadīr Publishers 1997)

[19] Wahba al-Zuḥalī, Islamic Jurisprudence and Theology, (Beirūt , Dār al-Fikr), P:70

[20] al-Qur'ān 24:40

[21]Ibn Mājah, Muḥammad b. Yazīd Qazwīnī, al-Sunan, Kitāb al-Hadūd, Bāb al-Qadhaf, (Riyāḍh, Dār al-Salām 2000) H.2567

[22]Ibn Rushd, Muḥammad b. Aḥmad , *Bidāyat al-Mujtahid*, Kitāb al-Qadhaf, vol. 2, p:232

ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے مردود الشہادۃ قرار دے دیا جاتا ہے۔اس نے قذف بیانی کر کے ایک بہت بڑے فتنے کا دروازہ کھولا اور پورے ایک کنبے کو تباہی کے بھیانک غار میں دھکیلنے کا سامان کیا۔لہذا ضروری ہوا کہ ایسا شخص ہمیشہ کے لیے معاشرہ میں نا قابلِ اعتبار قرار دے دیا جائے۔ قرآن حکیم اس کو یوں بیان کرتا ہے۔

"وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ"[23]

"اور نہ قبول کرنا ان کی گواہی ہمیشہ کے لیے اور وہی لوگ فاسق ہیں "

1.3 حدالشرب:

شراب وہ چیز ہے جو عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے۔شراب پی کر آدمی اس قدر بدحواس اور بدمست ہو جاتا ہے کہ نہ اسے خوفِ خدا رہتا ہے اور نہ حلال و حرام میں فرق۔اس لیے شریعتِ مطہرہ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ-إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ"[24]

"اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں سو بچو ان سے تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔ یہی تو چاہتا ہے شیطان کہ ڈال دے تمھارے درمیان عداوات اور بغض شراب اور جوئے کے ذریعہ اور روک دے تمھیں یادِ الٰہی سے اور نماز سے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟"

شراب نوشی کی حد جاری کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مجرم پر نشہ اتر جانے کے بعد حد جاری کی جائے کیونکہ مطلق ایذا رسانی تو مقصود نہیں بلکہ شرع کا مقصد یہ کہ مجرم کو تکلیف ہو اور اسے احساس ہو کہ شراب پینے کی وجہ سے اسے یہ سزا ملی ہے اور یہ مقصد اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جبکہ اس کا نشہ اتر چکا ہو۔[25] امام ابو حنیفہ کے نزدیک شراب خور کی سزا اسّی کوڑے ہے۔[26]

1.4 حدالسرقہ:

شرعاً سرقہ سے مراد دوسرے کی چیز کو خفیہ طور پر محفوظ جگہ سے لے لینا ہے۔یعنی کسی کا مال اس کی مرضی کے خلاف چھپا کر ناحق لے لیا جائے۔اسلام کے فوجداری قانون میں اس کی سز ہاتھ کاٹنا ہے۔قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

"وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ -فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ "[27]

---

[23] al-Qur'ān 24:40

[24] al-Qur'ān 5:90-91

[25] Ibn Hammām, Muḥammad b. ʿAbd al-Wāḥid, *Fatḥ al-Qadīr Sharḥ al-Hidāya*, Vol.4, P: 185

[26] Ibid, p:40

[27] al-Qur'ān 5:38

"اور چوری کرنے والے اور چوری کرنے والی (کی سزا یہ ہے) کہ کاٹو ان کے ہاتھ بدلہ دینے کے لیے جو انھوں نے کیا (اور) عبرتناک سزا اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ پھر جس نے توبہ کر لی اپنے (اس) ظلم کے بعد اور اپنے آپ کو سنوار لیا تو بے شک اللہ تعالیٰ توجہ فرمائے گا اس پر بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے"

سرقہ موجبِ حد میں جرم ثابت ہو جانے کی صورت میں حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وہ حدِ شرعی جاری کر دے یعنی ہاتھ کاٹ دے سرقہ کا جرم دو چیزوں سے ثابت ہوتا ہے ایک تو شہادت کے ذریعہ اور دوسرا مجرم کے اقرار سے حد نافذ اس طرح ہو گی کہ چور کا داہنا ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے اس کے بعد اس کی کلائی پر ایسی دوائی لگائی جائے جس سے اس کا زخم جان لیوا نہ ہونے پائے۔ کیونکہ حد جرم سے روکنے کے لیے جاری کی جاتی ہے نہ کہ ہلاک کرنے کے لیے۔ اور سرقہ موجبِ تعزیر اس وقت ہو گا جب حد کی شرائط مکمل طور پر نہ پائی جائیں یا شبہ پیدا ہو جانے کے باعث حد کے دائرے سے نکل کر تعزیر کے دائرے میں آ جائے مثلا

۱۔ خفیہ طور پر اپنے شریک کا مال لینا۔

۲۔ جس میں غیر کا مال لینا تو ثابت ہو لیکن خفیہ طور پر نہ لیا جائے۔

۳۔ چوری کیا گیا مال بھی چوری کیا ہو تو حد نافذ نہ ہو گی بلکہ اس پر تعزیر ہے۔

1.5 حد الحرابہ:

حرابہ سے مراد جب کوئی واحد یا زائد افراد خواہ ہتھیاروں سے مسلح ہوں یا نہ ہوں کسی دوسرے کا مال لوٹنے کے لیے طاقت کا استعمال کرتے ہوں۔ اس پر حملہ کریں یا حبسِ بے جا میں رکھیں یا اسے قتل کا خوف دلائیں یا اس فرد یا افراد کو جسمانی تکالیف پہنچائیں تو ایسا فعل حرابہ یعنی حرابہ سے مراد جب کوئی واحد یا زائد افراد خواہ ہتھیاروں سے مسلح ہوں یا نہ ہوں کسی دوسرے کا مال لوٹنے کے لیے طاقت کا استعمال کرتے ہوں۔ اس پر حملہ کریں یا حبسِ بے جا میں رکھیں یا اسے قتل کا خوف دلائیں یا اس فرد یا افراد کو جسمانی تکالیف پہنچائیں تو ایسا فعل حرابہ یعنی راہزنی کہلائے گا۔ قرآنِ حکیم میں اس جرم کے لیے محاربہ کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ"[28]

"بلاشبہ سزا ان لوگوں کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد برپا کرنے کی یہ ہے کہ انھیں (چن چن کر) قتل کیا جائے یا سولی دیا جائے یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مختلف طرفوں سے یا جلا وطن کر دیئے جائیں یہ تو ان کے لیے رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں (اس سے بھی) بڑی سزا ہے"

راہزنی چوری کے مقابلے میں سنگین جرم ہے لہذا اس کی سزا چوری کی سزا سے زیادہ سنگین ہے۔ یہاں سرقہ اور حرابہ میں فرق کو بھی سمجھ لیا جائے کہ سرقہ کسی چیز کو خفیہ طور پر لے لینے کو کہتے ہیں اور حرابہ غلبہ حاصل کر کے کسی مال کو لوٹنے کے ارادے سے لینے کو کہتے ہیں۔

---

[28] al-Qur'ān 5:33

لہذا سرقہ کی بنیاد خفیہ مال لے لینے پر ہے اور حرابہ (راہزنی) کی مال لوٹنے پر، خواہ مال لے یا نہ لے۔ راہزنی کے لیے ضروری ہے کہ راہزنوں نے اعلانیہ طور پر مال لوٹا ہو۔ خفیہ طور پر مال نہ لیا ہو۔ کیونکہ خفیہ طور پر مال لے لینے سے تو سرقہ ہو گا حرابہ نہیں ہو گا۔[29]

حرابہ کا صدور ایک فرد سے بھی ہو سکتا ہے اور ایک جماعت سے بھی صرف شرط یہ ہے کہ راہزنی کرنے والا مستغیث (مدعی) کو مغلوب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اسی لیے امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل یہ شرط لگاتے ہیں کہ راہزن مسلح ہو۔ امام مالک، امام شافعی اور اہل الظواہر کے نزدیک اسلحہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ ان کے نزدیک اتنا ہی کافی ہے کہ راہزن مستغیث پر غلبہ حاصل کرلے خواہ دو چار مکے لگا کر ہی سہی۔[30]

اسلام کے فوجداری قانون میں حدود نافذ کرنے کے مقاصد:

اسلامی فوجداری قانون میں حدود کو نافذ کرنے کے کچھ مقاصد ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ تمدّن کے اختلال کو روکنا

۲۔ مظلوم کی حمایت کرنا

۳۔ شریف اور امن پسند شہریوں میں احساس تحفظ پیدا کرنا

۴۔ سماج دشمن عناصر کے دل میں خوف خدا پیدا کر کے انہیں ناپسندیدہ حرکات سے باز رکھنا۔

۵۔ دنگا فساد، باہمی عداوتوں اور مناقشات کا خاتمہ۔

2. قصاص ودیت:

اسلام کے فوجداری قانون کا دوسرا اہم عنوان قصاص ودیت ہے۔ اس کے تحت بھی جرم کی سزا معین ہے، بعض جرائم میں حق اللہ کی حیثیت غالب ہوتی ہے تو بعض میں بندوں کے حقوق کی اہمیت غالب، اور چونکہ احکام میں حکم کا مدار غالب حیثیت پر رکھا گیا ہے اس لیے ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تقسیم نظر آتی ہے ورنہ بندوں کو نقصان پہنچانے والے ہر جرم میں حق اللہ اور حق العبد دونوں شامل ہوتے ہیں۔ بعض فقہا کا خیال ہے کہ قصاص بھی حدود کی قبیل سے ہے اور یوں حدود میں داخل ہے۔ اصل میں ایسا علماء حد کی تعریف ہی کچھ ایسے کرتے ہیں کہ اس میں قصاص ودیت کے جرائم بھی داخل ہو جاتے ہیں جبکہ جمہور فقہا کے نزدیک قصاص ودیت حدود میں داخل نہیں اس لیے کہ قصاص ودیت کے اسباب جنایات میں سے ہیں، حدود کے جرائم میں داخل نہیں۔ ذیل میں قرآن وسنت کی روشنی میں قصاص ودیت پر مختصر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

---

[29] Ibn Qudāma, ʿAbd Allāh b. Aḥmad, *al-Mughnī fī Fiqh al-Imām Aḥmad b. Ḥanbal al-Shaybānī*, (Beirut ,Dar al- Fikr), p 150

[30] ʿAbdul Qadir al-aʿdah al-Sahīed, Islamic Legislation, vol. 2, p:641

2.1. قصاص:

قصاص کا مطلب ہے بدلہ، قرآنِ حکیم کی تیرہ آیات میں حرمتِ قتل اور قصاص کا بیان پوری وضاحت کے ساتھ ہے۔[31] اس میں کسی قسم کا احتمال وابہام نظر نہیں آتا۔ مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

1۔ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ "[32]

"اے ایمان والو: فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت پھر، جس کو معاف کیا جائے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی تو تابعداری کرنی چاہیے موافق دستور کے اور ادا کرنا چاہیے اس کو خوبی کے ساتھ، یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی پھر جو زیادتی کرے اس فیصلے کے بعد تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے"

2۔ "وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ"[33]

"اور ہم نے لکھ دیا تھا یہود کے لیے تورات میں (یہ حکم) کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے لیے قصاص تو جو شخص معاف کر دے بدلا تو یہ معافی کفارہ بن جائے گی اس کے گناہوں کا، اور جو فیصلہ نہ کرے اس (کتاب) کے مطابق جسے اتارا اللہ نے تو وہی لوگ ظالم ہیں"

اقسامِ قتل:

امام ابو حنیفہ کے مطابق قتل کی پانچ قسمیں ہیں۔ قتل عمد، قتل شبہ عمد، قتل خطا، قتل قائم مقام خطا اور قتل بسبب۔ ان اقسام سے قتل کی وہ اقسام مراد ہیں جو ناحق ہوں اور احکام شریعت ان سے متعلق ہوں۔ مثلاً قصاص و دیت، کفارہ اور میراث سے محرومی وغیرہ۔[34] حنفی مسلک کی رو سے قتل کو پانچ قسموں میں بیان کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں، ان کے علاوہ قتل کی اور کوئی قسم نہیں بلکہ قتل کی اور بھی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً زنا میں سنگسار کرنا، کافروں کے ساتھ لڑائی کے وقت انہیں مارنا، مرتد کو قتل کرنا، ڈاکوؤں کو پھانسی دینا وغیرہ۔

2.2. دیت:

دیت کا معنی ہے ادا کرنا، تاوان ادا کرنا، فقہی نکتہ نگاہ سے دیت اس مال کو کہتے ہیں جو جان کے عوض مقتول کے ورثاء کو ادا کیا جائے۔ یعنی دیت وہ مال ہے جو جان کے بدلے واجب ہوتا ہے اور ارش اس مال کو کہتے ہیں جو اعضاء کے نقصان پہنچانے کے عوض واجب ہوتا ہے۔ قتل شبہ

---

[31] al-Qur'ān 2: 178, 179,194, 4: 29,92,93, 5:32,33,45, 6:151, 31:17, 25:68

[32] al-Qur'ān 2: 178

[33] al-Qur'ān 5: 45

[34] 'Abdullah b. Maḥmūd b. Mausūd al-Ḥanafī, al-Ikhtiyār, Egyptian edition,P.155

عمد، قتل خطا، قتل قائم مقام خطا، قتل بسبب میں دیت واجب ہوتی ہے اور یہ سب دیتیں قاتل کی اعانت کرنے والے خاندان کے افراد پر واجب ہوتی ہے سوائے باپ کے بیٹے کو قتل کرنے کی صورت میں، اس وقت براہ راست باپ کے مال میں دیت لازم ہو گی جو کہ تین سال میں واجب الادا ہو گی۔ نیز نابالغ اور مجنون کے قتل کرنے میں بھی دیت واجب ہوتی ہے اور یہ بھی اس کی اعانت کرنے والے خاندان کے افراد پر ہو گی۔[35]

اگر قتل عمد میں شبہ کی وجہ سے قاتل پر سے قصاص ساقط ہو جائے تو اس کی دیت بھی قاتل کے مال میں سے ادا کرنی واجب ہوتی ہے۔ جو دیت قتلِ نفس کے سبب لازم ہوتی ہے وہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تین چیزوں کے ذریعے ادا کی جاسکتی ہے یعنی اونٹ یا سونا یا چاندی سے، اونٹوں سے، اونٹوں کے ذریعے اگر دیت ادا کی جائے گی تو ایک سو اونٹ دینے ہوں گے، سونے کی شکل میں ایک ہزار دینار اور چاندی کی صورت میں دس ہزار درہم دیئے جائیں گے۔[36] ہمارے ملکی قانون میں عدالت کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ دیت کی مقدار متعین کرنے کے لیے قرآن و سنت کو معیار بنا کر مجرم کی مالی پوزیشن اور مقتول کے وارثان کی مالی پوزیشن کو بھی سامنے رکھ کر اس مقدار کا تعین کرے جو تیس ہزار چھ سو روپے سے کم نہ ہو اور تیس گرام چاندی بھی ہو۔[37]

مسائل دیت اور احادیث:

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں خون بہا کے اونٹوں کی قیمت کتنی مقرر تھی اس کے لیے درج ذیل حدیث ملاحظہ ہو۔

"عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ كَانَتْ قِيمَةُ الدِّيَةِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ثَمَانَمِائَةِ دِينَارٍ أَوْ ثَمَانِيَةَ آلاَفِ دِرْهَمٍ وَدِيَةُ أَهْلِ الْكِتَابِ يَوْمَئِذٍ النِّصْفُ مِنْ دِيَةِ الْمُسْلِمِينَ قَالَ فَكَانَ ذَلِكَ كَذَلِكَ حَتَّى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ أَلاَ إِنَّ الإِبِلَ قَدْ غَلَتْ. قَالَ فَفَرَضَهَا عُمَرُ عَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفَ دِينَارٍ وَعَلَى أَهْلِ الْوَرِقِ اثْنَىْ عَشَرَ أَلْفًا وَعَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَىْ بَقَرَةٍ وَعَلَى أَهْلِ الشَّاءِ أَلْفَىْ شَاةٍ وَعَلَى أَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَىْ حُلَّةٍ. قَالَ وَتَرَكَ دِيَةَ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَرْفَعْهَا فِيمَا رَفَعَ مِنَ الدِّيَةِ"[38]

"حضرت عمرو بن عبداللہ بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں خون بہا کے اونٹوں کی قیمت آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم تھی اور اہل کتاب کا خون اس زمانے میں مسلمانوں کے خون بہا سے نصف تھا جب حضرت عمر فاروق خلیفہ ہوئے تو قیمت آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم تھی اور اہل کتاب کا خون اس زمانے میں مسلمانوں کے خون بہا سے نصف تھا جب حضرت عمر فاروق خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ اونٹ کی قیمت بڑھ گئی ہے راوی کا بیان ہے کہ آپ نے سونا رکھنے والوں پر خون بہا ایک ہزار دینار مقرر کیا اور دولت مند چاندی رکھنے والوں پر بارہ ہزار درہم اور دولت مند گائے رکھنے والوں پر دو سو گائیں

[35] Fatāwā Alamgirī, (Lakhnaoo, Nool Kashool, 1980) vol.9, P:332

[36] Ibid

[37] Pakistan penal code, 1860, Section-322,322(1)

[38] Abū Dāwūd, Sulaymān b. al-Ash'at, al-Sunan, Kitāb ul Diyyat, (Riyādh, Dār al-Salām 2000)

،دولت مند بکریاں رکھنے والوں پر دوہزار بکریاں اور دولت مند کپڑے رکھنے والوں پر دو سو جوڑے کپڑے اور ذمی لوگوں کا خون بہا وہی رکھا جو پہلے تھا"

اعضاء کی دیت بھی مقرر ہے مثلاہاتھ اور پاؤں کی دیت

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " دِيَةُ الأَصَابِعِ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءٌ عَشْرٌ مِنَ الإِبِلِ لِكُلِّ أُصْبُعٍ"[39]

"حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کی دیت برابر برابر ہے، ہر ایک انگلی کی دیت دس اونٹ ہے"

بدلہ لینے کی بجائے معاف کر دینا بہت بہتر ہے، اس سلسلہ میں حدیث ہے۔

"قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ يُصَابُ بِشَىْءٍ فِي جَسَدِهِ فَيَتَصَدَّقُ بِهِ إِلاَّ رَفَعَهُ اللَّهُ بِهِ دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهِ خَطِيئَةً"[40]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ جس شخص کو زخمی کیا گیا ہو اور وہ بدلہ لینے کی بجائے اس شخص کو معاف کر دے جس نے اسے زخمی کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے درجے بلند کرتا ہے اور اس کے گناہوں کو معاف کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلامی سزاؤں کا مقصد اصلاحِ معاشرہ ہے نہ کہ عداوت اور نفرت۔

3. تعزیر:

"الاصل في التعزير لغة: المنع.... العقوبة المشروعة على معصية او جناية لاحد فيها و لا كفارة"[41]

تعزیر کا لغوی معنی روکنا ہے شرعی معنی میں ایسی سزا کو کہیں گے جو کسی نافرمانی یا جرم پر دی جائے جس کی حد مقرر نہ ہو اور نہ ہی اس کا کوئی کفارہ ہو۔

تعزیر کی دو قسمیں ہیں ایک خدا کا حق ہے اور دوسرا بندہ کا حق۔ تو جو تعزیر خدا کا حق ہو حاکم پر اس کا قائم کرنا واجب اور اس کا چھوڑنا جائز نہیں البتہ اس وقت وہ اس کو چھوڑ سکتا ہے جب یہ معلوم ہو جائے کہ مجرم سزا پانے سے پہلے ہی جرم سے باز آگیا اور یہی وجہ ہے کہ حق اللہ میں دوسرے گواہوں کے ساتھ مدعی کی گواہی بھی مقبول ہے۔ جب جرم سرزد ہو رہا ہو تو ہر مسلمان کو اپنا دفاع کرنے کا حق ہے بھلے ناگزیر حالات میں مجرم کی جان ہی کیوں نہ لے لی جائے۔ لیکن جرم ہو جانے کے بعد صرف حاکم ہی مجرم کو سزا دے سکتا ہے۔ جو تعزیر بندے کا حق ہے مثلاً گالی وغیرہ کی تعزیر وہ دعویٰ پر موقوف ہے اور اس کو صرف حاکم یا وہ شخص جس کو فریقین ثالث مانیں جاری کر سکتا ہے۔ تعزیر میں زیادہ سے

---

[39]Tirmidhī, Muḥammad b. ʿĪsā *al-Sunan,* Abū ʿĪsā, A*l-Jāmi,* Kitāb al-Diyat, Bāb Mā Jāʿ Fī Diyat al-ʿAsabī, (Riyādh, Dār al-Salām 2000) H.1391

[40]Ibid, Bāb Mā Jā Fī al-ʿAfaw, (Riyādh, Dār al-Salām 2000) H.1393

[41] Wahbā al-Zuhalī, Islamic Jurisprudence and Theology,(Beirūt, Dār al-Fikr), vol.6, P:97

زیادہ انتالیس کوڑے اور کم سے کم تین کوڑے مارنے چاہیں۔ کیونکہ تعزیر کو حد کے درجہ تک پہنچنا نہیں چاہیے اور حد کی کم از کم مقدار چالیس کوڑے ہیں اور وہ تہمت زنالگانے اور شراب پینے کے جرم میں غلام کی حد ہے۔

4. حد اور تعزیر میں فرق:

اول یہ کہ حد شرعا مقررہ سزا ہے جبکہ تعزیر غیر مقررہ سزا ہے جو قاضی، حاکم کی رائے پر موقوف ہے، دوم یہ کہ حد شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور تعزیر شبہ سے ساقط نہیں ہوتی، سوم یہ کہ حد بچوں پر واجب نہیں ہوتی اور تعزیر بچوں پر بھی جائز ہے، چہارم یہ کہ حد ایک معین سزا ہے جو مسلمانوں اور کافروں دونوں کے لیے عام ہے اور جو غیر معین سزا مسلمانوں پر واجب ہوتی ہے اس کو" تعزیر" کہتے ہیں اور کفار کے لیے اس غیر معین سزا کا نام" عقوبت" ہے تعزیر نہیں کیونکہ تعزیر گناہوں سے پاک کرنے کے لیے ہے اور کفار اہل طہارت نہیں ہیں۔

5. اسلامی فوجداری قانون اور مغربی فوجداری قانون کا تقابلی جائزہ:

1۔ اسلامی فوجداری قانون اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے اور نا قابل تبدیل ہے جبکہ مغربی فوجداری قانون انسانی کاوش ہے جو ہر دم بدلتا رہتا ہے۔

2۔ اِدھر سزائیں معین اور نا قابل ترمیم ہیں[42] جبکہ اُدھر سزائیں بدلتی رہتی ہیں کبھی موت کی سزا ختم ہو جاتی ہے اور کبھی بحال کر دی جاتی ہے۔

3۔ یہاں شہادت کا معیار بہت بلند ہے یعنی عینی گواہ جو عادل متقی مسلمان اور بالغ ہوں۔[43] جبکہ وہاں صرف دو گواہ مطلوب ہیں۔ مرد ہوں یا عورت، فاسق وفاجر شرابی ہر قسم کے لوگوں کی شہادت قبول ہے۔

4۔ اسلامی قانون میں سزائیں اصل ہیں اور قید ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔[44] جبکہ مغربی قانون میں دیگر سزائیں ثانوی ہیں۔ اکثر سزائے موت، عمر قید میں تبدیل کر دی جاتی ہے

5۔ اِدھر ضمانت شخصی ہوتی ہے جو ہر کسی کو میسر ہو سکتی ہے جبکہ اُدھر عموماً ضمانت رقم کی شکل میں ہوتی ہے جس کو غریب ادا نہیں کر سکتا۔

6۔ اسلامی قانون جرائم کو ختم کرنے والا اور معاشرے کو سکون مہیا کرنے والا ہے جبکہ مغربی قانون جرائم کو بڑھانے والا ہے، چور قید خانے سے پکا چور بن کر نکلتا ہے۔

7۔ اسلامی قانون میں معاشرے سے ہمدردی خصوصیت سے دیکھنے کو ملتی ہے، مجرم ناپاک عضو کی طرح نکال دیا جاتا ہے تاکہ باقی لوگ مامون ہو سکیں۔ جبکہ مغربی قانون میں مجرم سے ہمدردی ہوتی ہے۔ بہانے بہانے سے اس کو بچایا جاتا ہے، یوں پورے ملک میں بدامنی اور انتشار کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

8۔ اسلامی قانون ہر شخص پر لاگو ہوتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں کتنے حاکم وقت قاضی کے بلانے پر عدالت میں حاضر ہوئے اور عوام کی طرح سزا پائی، جبکہ مغربی قانون میں انتظامیہ کے ارکین اپنے عہدے کے دوران نہیں پکڑے جاسکتے،[45] وہ ملک بیچ کھائیں مگر ان پر ہاتھ نہیں ڈالا جاسکتا۔

---

[42] al-Qur'ān 5:33,38,39,90,91, 24:2,3,4

[43] Zaydān, Abdul Karīm, The System of Judgment in Islamic Ṣharī'ah, p:165

[44]bn Khāzan, Muḥammad b.Ibrahim, Labab al-Tawīl Fī Ma'anī al-Tanzīl,(Beirūt, Dār al-Ma'rifah) ,vol. 1, p:462

[45] The Civil Mager Acts, The Code of Civil procedure, 1908,(Lahore, Civil & criminal law publications, 2005, -135(1)

9۔اسلامی (حدود) ناقابل راضی نامہ ہیں، البتہ قتل کیس میں مقتول کے وارث معاف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں جبکہ مغربی قانون میں ہر جرم قابل راضی نامہ ہے مگر یہ حکومت ہے جس کو اپیل کی جاتی ہے، مقتول کے وارثوں کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔

10۔اسلامی حکومت کو حدود کے معاملے میں اپیل نہیں کی جاسکتی جبکہ مغربی حکومت اس سلسلہ میں بھی اپیل سن سکتی ہے۔

6. خلاصہ بحث:

اسلام کے فوجداری قانون کے تین عنوانات ہیں۔ حدود ، قصاص ودیت اور تعزیر

شریعت مطہرہ نے جن جرائم کی سزاؤں کو حق اللہ کے طور پر معین کیا ہے ان کو حدود کہتے ہیں جن کی تعداد فقہ حنفی کی رو سے پانچ ہے۔ ان جرائم (حدود) کی سزاؤں کو معاف کرنے کا اختیار حکومت اور حکام کو بھی نہیں ہے، اور جن جرائم کی سزاؤں کو بطور حق العبد مقرر کیا ہے وہ قصاص ودیت کہلاتی ہیں اور جن جرائم کی سزاؤں کا تعین نہیں کیا بلکہ ان کو حکومت اور عدالت کے حوالے کر دیا اور حاکم مجاز کی صواب دید پر چھوڑ دیا انہیں تعزیر کہا جاتا ہے۔ اسلام کا فوجداری قانون کسی انسان کا تخلیق کردہ نہیں بلکہ انسان کے خالق کا بنایا ہوا ہے۔ یہ ایسا بنیادی فرق ہے جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کسی مفکر کی فکر کا نتیجہ نہیں اور نہ ہی کسی قانون دان کی موشگافیوں کا ثمر ہے، بلکہ اسے رب العالمین نے رحمۃ للعالمین پر اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے نازل کیا ہے۔

آج کی بدامنی اور بے راہ روی کی شکار دنیا کو اگر کوئی قانون امن وسلامتی کا گہوارہ بنا سکتا ہے تو وہ صرف اسلام کا فوجداری قانون ہے۔ جس سوسائٹی کے لیے یہ قانون خالقِ کائنات نے دیا ہے اگر وہ سوسائٹی پروان چڑھادی جائے پھر اس قانون کو پوری اسپرٹ کے ساتھ نافذ کیا جائے تو جرائم کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔ جہاں جہاں یہ قانون جس حد تک کا فرما ہے وہاں جرائم کی شرح اس حد تک کم ہے۔ اس کی واضح مثال سعودی عرب ہے جہاں کسی حد تک (مکمل نہیں) اسلام کا فوجداری قانون نافذ العمل ہے جس کی وجہ سے جرائم کی شرح بھی کم ہے۔ پاکستان جس کی بنیاد ہی '' لاالہ الااللہ '' ہے اگر یہاں شرعا مطلوب ماحول پیدا کر دیا جائے پھر اسلامی سزائیں نافذ کی جائیں تو یہ پوری دنیا کے لیے رول ماڈل ہو گا۔